''جاوید دانش کا سفر''مزید آوارگی'' کے آئینے میں''

فاطمہ خاتون، ریسرچ اسکالر
(شعبہ عربی، فارسی اردو اور مطالعات اسلامی)
بھاشا بھون، ویشو بھارتی یونیورسٹی، شانتی نکیتن

ملخص

کناڈا جیسے ملک میں اردو ادب کی آبیاری کرنے والوں میں ایک نام جاوید دانش کا ہے۔ وہ اچھے ڈرامہ نگار، آرٹسٹ، ہدایت کار، مترجم، شاعر اور ادیب ہیں۔ جہاں وہ اپنے داستانوی ڈراموں کیلئے مشہور ہیں وہی انکے سفر نامے ادبی دنیا میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کا پہلا سفر نامہ ''آوارگی'' ۱۹۸۶ء میں منظر عام پر آیا۔ جو یورپ اور امریکہ کے سفر کی روداد ہے۔ اس کی اگلی کڑی انکا دوسرا سفر نامہ ''مزید آوارگی'' ہے جو ۱۹۹۴ء میں منظر عام پر آیا۔ یہ سفر نامہ جاوید دانش کے سفر جاپان، ہانگ کانگ اور بنکاک کی منھ بولتی تصویر ہے۔ اس کتاب میں پندرہ ابواب سفر جاپان پر مبنی ہے جو ۶/ مارچ سے شروع ہو کر ۲۰/ مارچ پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا حصہ ہانگ کانگ کی روداد ہے جو ۴/ ابواب پر مشتمل ہے۔ بقیہ ۵/ ابواب میں شہر بنکاک کے سفر کا ذکر ہے۔ ''مزید آوارگی'' کو ہم سفر جاپان کیلئے ایک guide کے طور پر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ جسمیں وہاں کے رہن سہن، تہذیب و ثقافت کے ساتھ وہاں کی یونیورسٹیوں میں اردو ادب کے فروغ کا مکمل خاکہ ملتا ہے۔ ہانگ کانگ اور بنکاک والے حصے میں انہوں نے وہاں کی سیاسی، معاشی، سماجی و تہذیبی زندگی کو پیش کرنے کے ساتھ وہاں کے استحصال زدہ لوگوں کے انقلابی جذبات کا بے باکانہ اظہار کیا ہے۔ اس سفر نامہ میں جاوید دانش کا پر شکوہ اسلوب، فکر و نظر کی بالیدگی، جمالیاتی رویے، منظر کشی کی

دلکشی، اشخاص کی شخصیت کی عکاسی وغیرہ درجہ کمال پر ہے۔

انسان کی پیدائش سے لیکر موت تک اس کی زندگی مختلف مراحل سے ہوکر گذرتی ہے۔ان مراحل کو ہم زندگی کا سفر بھی کہہ سکتے ہیں۔سکونت کو موت کی علامت کہی جاتی ہے۔ اس دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو کسی نہ کسی چیز کیلئے وقف کر دیتے ہیں اور یہ جنون اگر ان کا کام بن جائے تو ان کے ہنر میں نکھار پیدا ہوتا ہے، ایسے ہی شخص میں ایک اہم نام جاوید دانش کا ہے۔ان کو بچپن سے دنیا دیکھنے کا جنون تھا جس کو خدا نے قبول کیا اور یہی انکا کام بھی بن گیا۔وہ کناڈا میں رہ کر جہاں بخوبی اپنا بزنس چلاتے ہے وہی وہ رنگ منچ سے جڑ کر ساری دنیا میں اپنے ڈراموں سے دھوم مچا رہے ہیں۔وہ ایک اچھے ڈرامہ نگار، آرٹسٹ، ہدایت کار، مترجم، شاعر اور ادیب ہیں وہی انکے سفر نامے اردو میں ایک اہم اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔اردو زبان میں سفر نامہ کی ابتداء کا سہرا یوسف خان کمبل پوش کے سر بندھتا ہے۔ان کے بعد مختلف ادوار میں کئی ادیب اس فن کو تقویت دینے میں لگے ہیں موجودہ دور میں بھی سفر نامہ لکھنے والوں کی اچھی خاصی تعداد ہے جن میں گوپی چند نارنگ (سفر آشنا) عقیل رضوی (لندن اولندن) ابن انشا (دنیا گول ہے، ابن بطوطہ کے تعاقب میں) جگن ناتھ آزاد (جنوبی ہند میں دو ہفتے، پشکن کے دیس میں، کولمبس کے دیس میں، مجتبیٰ حسین (چلو جاپان چلو) عبدالماجد دریا آبادی (سیاحت ماجدی) جاوید دانش (آوارگی، مزید آوارگی) وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان میں جاوید دانش کا منفرد انداز پیش کش اپنی مثال آپ ہے۔ان کا پہلا سفر نامہ ''آوارگی 1986ء میں منظر عام پر آیا، یہ سفر نامہ یورپ اور امریکہ، کے سفر پر مبنی ہے جسے دانشور طبقہ نے خوب سراہا۔ان کی شگفتہ و رواں زبان، معلومات سے لبریز پُر شگوہ لب ولہجہ سے کئی نقاد متاثر ہوکر انہیں اور سفر نامہ لکھنے کی تلقین کرنے لگے۔ان کی خصوصیات کا اعتراف کرتے ہوئے ''طلوع افکار'' کراچی، رقمطراز ہیں کہ

> ''جاوید دانش نے بڑی محنت، دقت نظر اور کاوش وکوشش سے اپنی سفری یاد داشتوں کو قلمبند کیا ہے اور اپنی دانش جوئی و دانشوری کا قدم قدم پر ثبوت دیا

ہے۔ ان کا سفر نامہ ''آوارگی'' دلچسپ بھی ہے اور معلومات افزا بھی۔
شاعری، مصوری اور ادب کے حوالے سے اس کتاب میں قابل قدر
معلومات بڑی شگفتہ اور رواں زبان میں بیان کی گئی ہیں ...... جاوید دانش
شاعر ہیں، نثر نگار ہیں اور ڈرامہ کے حوالے سے فنکار بھی، اسی لئے ان کے
سفر نامے میں بھی یہ تینوں عناصر دھنک کے رنگوں کی طرح مدغم اور گاہے
گاہے جلوہ گر ہیں۔ ان کا سفر نامہ ختم کرنے کے بعد دل ان کی مزید آوارگی
کا تمنائی ہوگیا۔'' (ماخوذ از بیک کور''مزید آوارگی'')

گویا افکار کی تمنا کو پورا کرتے ہوئے، جاوید دانش نے اپنے دوسرے سفر نامہ کا نام ہی ''مزید آوارگی'' رکھ دیا جسکی اشاعت 1994ء میں ہوئی۔ اس سفر نامے میں مذکورہ تمام خصوصیات اور بھی تابنا کی کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔

جاوید دانش کو سیاحت کا شوق بچپن سے تھا جسکی تکمیل کیلئے ٹیوشن بھی پڑھاتے رہے آخر کار وقت کے ایک اہم موڑ پر انہیں مستقل طور پر بیرون ملک کا سفر کرنا پڑا۔ شروع سے انہیں والد کا پورا تعاون ملا۔ نویں کلاس میں تھے جب انہوں نے کلکتہ سے باہر سفر کرنے کا سوچا ان کے ابتدائی سفر کے متعلق انکی چھوٹی بہن زینت رشید لکھتی ہے کہ

''اسی سال گرمیوں کی چھٹی میں اس بات پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا کہ جاوید
صاحب دہلی اور آگرہ وغیرہ کی سیر کرنے کسی دوست کے ساتھ جا رہے
ہیں۔ بنیادی طور پر ہماری اماں بہت ڈرپوک قسم کی ہیں وہ کسی طرح تیار نہ
تھیں۔ مگر والد صاحب نے اجازت دے دی۔ یہ دانش صاحب کا پہلا سفر
کلکتے کے باہر کا تھا۔''

(دانش جسے کہتے ہیں'' از زینت رشید، مطبوعہ ترکش، جاوید دانش نمبر، گلستاں پبلی کیشنز، کلکتہ جنوری تا مارچ 2005ء ص:32)

جس انسان کیلئے سفر اتنا اہم ہو جائے اسکے لئے یہ مقدم ہو جاتا ہے۔ جاوید دانش خود اپنے سفر کو مقدم مانتے ہیں کیونکہ اسکے ذریعہ انہیں خود شناسی کا موقع ملتا ہے۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ

''تمام سفری دشواریوں کے باوجود میں ایک نئے سفر کے لئے خود کو ہمیشہ پا بہ رکاب پاتا ہوں۔ جتنا سفر میں کر چکا ہوں اتنا ہی دنیا اور اپنے آپ کو سمجھتا چلا جا رہا ہوں۔ اب سفر کا سلسلہ داخلی ہے۔ سفر نہ صرف میرا مقدر ہے بلکہ میرے لئے مقدم بھی ہے!'' (ماخوذ از پیش لفظ۔ مزید آوارگی)

جاوید دانش جو اپنے سفر کو مقدم مانتے ہیں وہ سفر کے دوران چھوٹے سے چھوٹے حالات و واقعات کو جذب کر کے اسے اپنے مشاہدے و تجربے کی بھٹی میں جلا کر کندن بنا لیتے ہیں جس سے انکی تخلیق جاندار ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سفر نامہ لکھنے کے لئے سفر کرنا ضروری نہیں بلکہ تخیل کی مدد سے بھی سفر نامہ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر میرا خود ذاتی خیال ہے کہ ایسے سفر نامے بنا روح کے جسم کے مانند ہوں گے۔ جبکہ جاوید دانش اپنے سفر ناموں کے ہر لمحہ کو خود جی کر اسمیں حیات جاوداں پیدا کر دیتے ہیں۔ جاوید دانش کے سفر نامہ ''مزید آوارگی'' میں ۲۴؍ابواب ہیں جو ذیلی عنوانات کے ساتھ ۲۵۴ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، اس سفر نامے کے ذیلی عنوانات اتنے دلکش ہیں کہ نہ چاہ کر بھی قاری اسے پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جاوید دانش کا اندازِ بیان اتنا شگفتہ اور دلکش ہے کے قاری اس کے سحر میں کھو کر اس کتاب کو ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ان کا ظریفانہ اسلوب اور عنوانات اس کتاب میں چار چاند لگاتے ہیں۔ اس کتاب کے کچھ ظریفانہ عنوانات دیکھئے ''جاپان پہنچتے ہی ہم لکھ پتی بن گئے مگر'' ''ہاں! میں نے کچی مچھلی کھائی'' ''کانکریٹ کی جنگل میں منگل''، ''تبسّم عارفانہ سے غسل عاشقانہ تک'' اور ''ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر'' وغیرہ

''مزید آوارگی'' میں جاوید دانش نے سفر جاپان، ہانگ کانگ اور بنکاک کی روداد کو قلمبند کیا ہے۔ ان کا مشاہدہ اتنا عمیق ہے کہ اسمیں وہاں کی تہذیب و تمدن، معاشرتی اور ثقافتی

زندگی، زبان، علمی اداروں کے احوال، درس وتدریس کا معیار، رسم ورواج، بدھ مذہب کے عقائد، توہم پرستی، تاریخی مقامات، فلک بوس عمارتیں، سیاحتی مراکز، قدرتی مناظر، آثار قدیمہ وغیرہ کا پورا نقشہ اپنی آب وتاب کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ اس کتاب میں پندرہ ابواب سفر جاپان پر مبنی ہیں جو ۶/ مارچ سے شروع ہو کر ۲۰ مارچ پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرے سفر ہانگ کانگ کی روداد ۴ ابواب پر مشتمل ہے۔ بقیہ ۵ ابواب میں شہر بنکاک کے سفر کا ذکر ہے۔

جاوید دانش کے سفرناموں کے عنوان بھی بہت معنی خیز ہیں ''آوارگی'' اور مزید آوارگی'' پہلی نظر میں لگتا ہے کہ یہ کسی آوارہ گرد کی آواری داستان ہوگی مگر جب ہم ان کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے، جاوید دانش نے لفظ'' آوارگی'' میں کتنی جامعیت اور معنویت بھر دی ہے۔ اپنی سیر وسیاحت کو آوارگی کا نام دیکر انہوں نے اپنی کھلی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے۔ جاوید دانش کی'' مزید آوارگی'' اسی کھلے ذہن کی غماز ہے۔ اس کتاب کے زیادہ تر حصے سفر جاپان پر مشتمل ہیں اس لئے قاری کا ذہن جاپان کی سیاحت پر زیادہ مرکوز رہتا ہے مگر بقیہ حصہ بھی کافی دلکش ومتاثر کن ہے۔ جاوید دانش سے قبل مجتبیٰ حسین نے بھی سفر جاپان کا سفرنامہ لکھا ہے یہی وجہ ہے کہ اس سفرنامے کو ہم اس کی دوسری کڑی بھی کہہ سکتے ہیں جو بہت جامع ہے۔ اس کتاب میں کئی بار جاوید دانش نے مجتبیٰ حسین کی مریدی کا ذکر کیا ہے گویا انکے ظریفانہ انداز کے پیر مجتبیٰ حسین ہیں۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ:

''ویسے مجتبیٰ صاحب میرے ظرافتی پیر ہیں۔ ان کی دل وجان سے قدر کرتا ہوں۔''

مجتبیٰ حسین نہ صرف ان کے ظرافتی پیر ہیں بلکہ گمان ہوتا ہے کہ انہوں نے مجتبیٰ صاحب کے سفر جاپان سے متاثر ہو کر خود بھی اس دیار غیر کے سفر کو نکل پڑے، اور کئی جگہ مجتبیٰ حسین سے استفادہ کرنے کے ساتھ ان کے تنبیہہ کا احترام کرتے نظر آتے ہیں۔ بلٹ ٹرین میں سفر کے متعلق لکھتے ہیں کہ

''مجتبیٰ صاحب نے نہ صرف تنبیہہ کی تھی بلکہ ''بلٹ ٹرین میں کبھی نہ بیٹھو''

سے متعلق ایک لمبا چوڑا مضمون بھی اپنے سفرنامے میں لکھ مارا تھا۔ مانا آج
تک ہم نے بزرگوں کے سفرناموں سے استفادہ نہ کیا تھا (نہ کرنا چاہتا تھا)
مگر مجتبیٰ صاحب سے مجھے بزرگوں سی عقیدت اور دوستوں سا پیار تھا۔ وہ
میرے منھ بولے استاد بھی تھے ان کی بات رد کرنے میں ہم شش و پنج
میں مبتلا تھے۔'' (''مزید آوارگی، از جاوید دانش، جنوری 1994ء ص:106)

یہ جاوید دانش کی شخصیت ہے کہ وہ اس حقیقت کا اعتراف خود کرتے ہیں کہ انہوں نے مجتبیٰ حسین کے سفرنامے سے فیض اٹھایا ہے۔

جاوید دانش جہاں مختلف ممالک کا سفر کر چکے ہیں وہی ہندوستان کی تہذیب وتمدن اور اسکی گونا گوں خصوصیات انکے ذہن کے دریچوں سے ہمیشہ جھانکتے دیکھائی دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ''مزید آوارگی'' میں جگہ جگہ انہوں نے مشرق بعید کا تقابلی مطالعہ ہندوستان اور شمالی امریکی سے کیا ہے جس سے نہ صرف قاری کے علم میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ہمارے اندر دنیا کو دیکھنے کا الگ ہی نظریہ تشکیل پا جاتا ہے۔ ان کی اس خوبی کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف تقی لکھتے ہیں کہ:

''جاوید دانش نے جگہ جگہ مشرقی بعید کا تقابلی مطالعہ ہندوستان اور شمالی
امریکہ سے کیا ہے، جس سے قاری ایک ان جانے اور نئی جہت سے آشنا
ہوتا ہے اور اس کے ذہن کے اسکرین پر تین علاقوں کی تصویریں ایک
ترتیب سے سج جاتی ہیں۔ جو اس کے علم میں اضافہ کرتی ہیں اور وہ یہ جان
پاتا ہے کہ تینوں میں کہاں اور کتنا اختلاف یا مماثلث ہے۔

(مزید آوارگی، ایک جائزہ، از یوسف تقی مطبوعہ، ترکش، جاوید دانش نمبر۔ 2015 ص:254)

جاوید دانش بنیادی طور پر انگریزی کے طالب علم تھے لیکن اردو ادب کی جتنی خدمت انہوں نے کی اتنا تو کوئی اردو داں بھی نہ کرتا۔ بین الاقوامی سطح پر اردو کو فروغ دینے میں وہ کافی فعال ہیں۔ شاید اسکی وجہ سے کچھ اردو داں ان سے رشک کرنے لگیں۔ مگر جاوید دانش کا اردو زبان

وادب سے والہانہ لگاؤ میں کوئی کمی نہیں آتی وہ جس ملک کا بھی سفر کرتے ہیں وہاں اردو زبان و ادب سے تعلق رکھنے والے ادیبوں، شاعروں اور درس وتدریس سے جڑے لوگوں کو ڈھونڈ نکا لتے ہے۔ جاپان میں اردو زبان وادب کے فروغ وترقی کو دیکھکر انہیں کافی حیرت ہوتی ہے۔ جاوید دانش ٹوکیو یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز میں اردو شعبہ کا ذکر کرتے ہوئے کافی فکر محسوس کرتے ہیں کہ کیسے یہاں تقریباً ۱۹۰۳ء سے اردو کا شعبہ قائم ہے جبکہ تراجم کا سلسلہ تو کافی پرانا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے جاپان میں اردو زبان کی ترویج واشاعت سے جڑے پروفیسر رئیس علوی، پروفیسر ساد، ایوتا اور یونیورسٹی آف فارن اسٹڈیز کے سربراہ پروفیسر سوزوکی تاکیشی سے متعارف کرایا ہے۔ جنکی اردو دانی، اردو زبان وادب کے تئیں سچی عقیدت، اردو زبان وادب کو فروغ دینے کا بے لوث جذبہ قاری کو کافی متاثر کرتا ہے۔ جاپان میں اردو زبان کی ترقی دیکھکر جاوید دانش کو جہاں فخر کا محسوس ہوتا ہے وہیں اپنے ملک میں اس کی زبوحالی پر افسوس بھی۔ جس کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

> ''میں سوچنے لگا کہ اس زبان اردو کی قسمت بھی عجیب ہے۔ شاید میری طرح! ملک میں اس کی بقا کے لئے کیا کچھ وعدے سیاسی لیڈر نہیں کرتے مگر ساتھ ہی اسکی بربادی کے لئے بھی کیا کیا حربے استعمال نہیں کئے جاتے ، وہی زبان وطن سے کوسوں دور امر بیل کی طرح پھیلتی جارہی ہے، نہ کسی سایے کی ضرورت نہ دھوپ کا خوف ۔ یہ زبان کبھی ختم نہیں ہوگی! اسے کہاں کہاں ختم کرسکیں گے؟ ساری دنیا اب اس کا مسکن ہے۔''

(''مزید آوارگی'' از جاوید دانش، پرنٹ ویل، آفسیٹ، کلکتہ، 1994ء ص:41)

جاپان میں اردو کی مقبولیت کا ہی اثر تھا کہ اس سال بی۔اے میں ۶۰ طلباء اور ایم۔اے میں تین طلباء اردو سے فیضیاب ہورہے تھے۔ قاری کو یہ جان کر بھی حیرت ہوتی ہے کہ جاپان میں اردو ٹوکیو کے علاوہ ''اوساکا'' میں بھی پڑھائی جاتی ہے جہاں اقبالیات پر کام ہورہا

ہیں۔

جاوید دانش نے مزید آوارگی میں جہاں اردو کی عظمت کا اعتراف کیا ہے وہی جاپانی زبان کی ابتداء نیز اسکی پیچیدہ تحریر کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ وہ مثالوں کے ذریعہ بتاتے ہیں کہ جاپانی زبان بولنے سے کہی زیادہ مشکل لکھنا ہے کیونکہ جاپانی ''نی ہونگو'' کے ایک خط کے چھوٹا بڑا ہونے پر پورے کردار کا مطلب بدل جاتا ہے۔ انہوں نے جاپان میں روزمرہ استعمال ہونے والے زبان کو اس خوبصورتی سے پیش کیا ہے کہ قاری کے ذہن میں کچھ جاپانی الفاظ گھر کر جاتے ہیں ''مثلاً نی ہونگو'' میں بڑوں کے احترام کا لفظ ''سین سے'' معذرت چاہنے کیلئے ''سیما سین'' معاف کرنے کیلئے ''استرے شی ماسی'' روٹی کیلئے ''پان'' خوش آمدید کیلئے ''اراس میا نئے ماسے'' اور شکر ادا کرنے کیلئے ''دوموآری گاتو گراتی ماس'' وغیرہ۔ اس سفرنامے سے ہمیں اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ زبان کے معاملے میں جاپانی کافی محتاط ہیں وہ انگریزی زبان کا کم سے کم استعمال کرتے ہیں۔ انہوں نے تمام علوم کا جاپانی زبان میں ترجمہ کرلیا ہے جسکی وجہ سے وہ کسی دوسری زبان کے محتاج نہیں۔

''مزید آوارگی'' کو ہم مسافر جاپان کیلئے ایک guide کے طور پر بھی دیکھ سکتے ہیں جسمیں وہاں کے مختلف رستورانوں، ہوٹلوں اور وہاں کے انواع اقسام کے کھانوں کے علاوہ مہمان نوازی کا بھی ذکر ملتا ہے۔ مصنف نے جاپانی کھانوں کا مکمل مینو فراہم کردیا ہے۔ جسمیں ''ٹمپورا'' چاول سے بنا مشروب ''ساگی'' سالم مچھلی، ایکوز وکوری، کچھی مچھلی، ''ساشی می''، چٹنی میں ''پاکومی''، اوراوسنکو، فاسٹ فوڈ میں ''کنٹا کی چکن گرز''، پیزا، بگ میک، چیز برگر، گورودمے، پیٹے دی فونی گراس، اسپاگھٹیی وغیرہ شامل ہیں۔ جاپانی چائے کا ذکر کرتے ہوئے جاوید دانش نے ''جشن چائے'' کو اپنی تخلیقی قوت ومزاح کے عنصر سے اتنا دلکش بنادیا ہے کہ یہ جاپان کی روحانی تہذیب کا آئینہ معلوم ہوتا ہے۔

''مزید آوارگی'' میں جاوید دانش کی شاعری سے والہانہ لگاؤ کا عکس صاف طور پر نظر آتا

ہے کیونکہ انہوں نے موقع وحالات کی موزونیت کے مطابق جگہ جگہ شاعری کا استعمال کیا ہے۔ جو اس کتاب کے دلکشی میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ جاوید دانش کے خیال اور احساسات کی پوری ترجمانی کرتا ہے۔اس کتاب کے آخری صفحہ پر ندا فاضلی کا شعر دیکھئے جو جاوید دانش کے اگلے سفر کے ارادہ کو ظاہر کرتا ہے۔

نقشہ اٹھا کے کوئی نیا شہر ڈھونڈ یئے

اس شہر میں تو سب سے ملاقات ہو چکی (ندا فاضلی)

''مزید آوارگی'' میں انہوں نے جاپان کی شاعری اور مصوری کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔اس سفرنامے کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اسکے ذریعہ ہمیں جاپانیون کے مذہبی عقاید، جذبہ حب الوطنی اور اساطیر وغیرہ کو قریب سے جاننے کا موقع ملتا ہے۔ جاپان کے بودھ مذہب اور زین مذہب کے مختلف عقاید جیسے سنتو، اس کے معبد، سجادہ نشین کانوشی اور راہبہ ''میکو'' کے علاوہ یہاں کے مختلف دیوی دیوتا مثلاً ہوا کے دیوتا ''فوجن'' بجلی کے دیوتا ''ارجن''، زخم کی دیوی ''کاٹین''، زمین کے محافظ ''اوجی زو''، علم کی دیوی ''کیشوتین''، وغیرہ کو قریب سے جاننے کا موقع ملتا ہے۔

جاوید دانش اپنے تراشیدہ اور عام فہم اسلوب کے ذریعہ کسی مقام کی تفصیل اس خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں کہ قاری خود کو انکے ساتھ محسوس کرنے لگتا ہے۔ان کا مطالعہ کافی عمیق ہے یہی وجہ ہے کہ کسی بھی چیز کو دیکھنے کے بعد اسکی پوری تفصیل قاری تک پہچا دیتے ہیں ٹوکیو شہر کی بلند عمارتیں، ہوٹل، میوزیم، دفاتر، آرٹ گیلری، ریستوران، شاپنگ ہال پارک، ایکوریم اور تھیٹر وغیرہ کا پورا نقشہ یہاں تک کہ اسکے تاریخی اور جغرافیائی حالات سے بھی واقف کرا دیتے ہیں۔ ان کی اس خصوصیت نے جہاں ان کے سفرناموں میں منفرد شان پیدا کردی وہی اس پر کچھ اعتراضات بھی ہوئے ہیں۔عاصم شہنواز شبلی لکھتے ہیں کہ

''ایک بات میں نے شدت کے ساتھ محسوس کی ہے کہ جاوید دانش کے یہاں سفر کے روایتی انداز پائے جاتے ہیں۔ اپنے سفرناموں

میں وہ بیشتر اوقات صرف جغرافیہ، حدود، رقبہ اور تاریخ پر ہی زور دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں ادبی شان کی جو رمق ہونی چاہیے، وہ تلاش بسیار کے بعد بھی نہیں مل پاتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے صرف آوارگی ہی کی ہے اور قارئین کو ایک گائڈ لائن دے رہے ہیں۔ لیکن جہاں وہ جذبات اور اطلاعات سے باہر نکلتے ہیں، وہاں ایک نوع کی تازگی اور ادبی شان پیدا ہوگئی ہے۔''

(''مغربی بنگال کے اردو سفرناموں میں تہذیب و ثقافت اور ادب''، از ڈاکٹر عاصم شہنواز شبلی، مشمولہ''اردو سفرناموں میں ہندوستانی تہذیب و ثقافت''، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی، ص:211)

جاوید دانش کی اطلاعات کی تفصیل کبھی کبھی طویل ہو کر گراں ضرور گذرتی ہے مگر اس سے ان کی ادبی شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ وہ انہیں چیزوں کی تفصیل قاری تک پہنچاتے ہیں جسکا جاننا سفر جاپان کیلئے اہم ہو۔ انہوں نے کبھی اپنی علمیت کے مظاہرے کیلئے ان چیزوں کا ذکر نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان تمام اعتراضات کے بعد بھی آخر میں عاصم شہنواز شبلی اعتراف کرتے ہیں کہ''مجموعی طور پر یہ سفرنامے وسعت معلومات اور مرقع کشی کا نمونہ ہیں''

''مزید آوارگی'' میں جاوید دانش نے معاشرتی، معاشی، تہذیبی، سیاسی، تعلیمی، ادبی ہر طرح کے موضوعات کو پیش کیا ہے۔ جس میں جاوید دانش کا پرشکوہ اسلوب، فکر و نظر کی بالیدگی، جمالیاتی رویے، منظرکشی کی دلکشی، اشخاص کی شخصیت کی عکاسی وغیرہ درجہ کمال پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جن واقعات و اشخاص کا ذکر کرتے ہیں انمیں ایسی تازگی و توانائی بھر دیتے کہ قاری تو قاری خوذ مصنف ہر لمحہ اس سے محظوظ ہوتا دیکھائی دیتا ہے۔ مصنف کے لفظوں میں ہی اس سفر کے تاثرات ملاحظہ ہوں!

''انور کو بتایا کہ یہ سفر مجھے کافی عرصہ تک یاد رہے گا۔ ساتھ ہی تمہاری مہمان

نوازی اور خلوص، رئیس بھائی اور اسا داصاحب کی اپنائیت، مینوری وائی کی مسکراہٹ، ٹریسی میک لین کا بھولا پن اور جانی کی باتیں میں شاید ہی بھلا پاؤں ۔۔۔ پندرہ گھنٹے کی کمر توڑ پرواز میں ''تھائی ائیر'' کی نازک اندام اور رزق برق لباس والی دلکش ایئر ہوسٹس کی مہمان نوازیوں کو بھی میں عرصہ تک بھولنا نہیں چاہتا تھا۔ گویا ہر طرح سے سفر جاپان یادگار، معلوماتی اور مسحور کن تھا......!''

(''مزید آوارگی، از جاوید دانش۔ پرنٹ ویل آفسیٹ، کلکتہ، 1994 ص:151)

''مزید آوارگی'' کا دوسرا پڑاؤ شہر خوباں'' ہانگ کانگ ہے۔ اس شہر میں وہ ۸/ مارچ ۱۹۸۹ء کی سردرات کو پہنچے اور خوبصورت چمچماتی گولڈن 'ڈالوؤ' میں چڑھ کر ''چن کنگ منیش'' کے لئے روانہ ہوئے۔ پہلی رات ایک گیسٹ ہاؤس میں گذاری پھر مہاراجہ رنجیت سنگھ گیسٹ ہاؤس میں منتقل ہو گئے۔ جاوید دانش نے ہانگ کانگ کے مختلف مقامات کی سیاحت کی ان میں '' کاؤلون'' کے شاسوئی کا علاقہ، بندرگاہ، '' اسٹار فیری'' ایشیا کا سب سے بڑا انڈور آدیٹوریم ''ہانگ کانگ کالیزیم''، مختلف میوزیم پنیسولا ہوٹل، انڈین ریستواں، ''دہلی دربار''، واٹر ورلڈ، ٹائیگر بام گارڈن، مدراس اکسپریس کیفے وغیرہ شامل ہیں۔ جاوید دانش نے ہانگ کانگ کے باشندوں کی خوبیوں اور خامیوں کے علاوہ ان میں ڈالر کی للک کو بھی ظاہر کیا ہے۔ ''مزید آوارگی'' کے اس حصے میں بھی عام معلومات کا ذخیرہ بھرا ہے جو قاری کو ہانگ کانگ کے متعلق دعوت فکر دیتا ہے۔ زبان سے چونکہ جاوید دانش کو خاصا لگاؤ رہتا ہے اسلئے یہاں بھی ہمیں کچھ الفاظ مثلاً شکریہ کے لئے ''مگوئی''، خدا حافظ کے لئے ''جوئے گین''، وغیرہ کی جانکاری ملتی ہے۔ سفر ہانگ کانگ میں ہمیں کسی ادبی، علمی یا سیاسی شخصیت سے متعارف ہونے کا موقع نہیں ملتا۔ چونکہ یہ انکا خالص سیاحی سفر تھا اسلئے اس موضوع کی طرف انہوں نے خاص توجہ نہیں دی مگر جن اشخاص کا ذکر یہاں ہوا ہے وہ کافی دلچسپ ہے، ان میں سلطنت خان اور سردار جی کا بیان کافی دلکش انداز میں ملتا ہے۔

جاوید دانش نے جہاں ہانگ کانگ کی خوبصورت عمارتوں، معاشرتی وتہذیبی زندگی کو پیش کیا ہے وہیں وہ نچلے اور متوسط غریب طبقہ کے استحصال کے ساتھ انقلاب کی پیشن گوئی کا ذکر بھی پُر خلوص انداز میں کیا ہے۔ مثلاً انیسویں باب (جائیں تو جائیں کہاں...... ہائے ۱۹۹۷ء) کو دیکھئے چونکہ ۱۹۹۷ء ہانگ کانگ سے برٹش اقتدار کے خاتمے کا سن ہے اور جس کے بعد ہانگ کانگ پر چین سرخ پرچم لہرائے گا۔ اس بدلاؤ پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک ٹی شرٹ بیچنے والے ہاکر کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ''میں نے دکان دار سے پوچھا، ۱۹۹۷ء کے بعد تمہارا کیا خیال ہے، حالات کیا ایسے ہی رہیں گے۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنی بیوی کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا، حالات جیسے بھی ہوں، ہم لوگ ایسے ہی رہیں گے۔ ہوسکتا ہے اس وقت کوئی نئی لہر چل جائے یا نیا شوشہ چھوٹے اور ٹی شرٹ بنانے والوں کو نیا بہانا مل سکے۔ اصل کمائی تو ان بڑے لوگوں کی ہوتی ہے۔ ہم تو صرف میڈیم ہیں اور رہیں گے ...... مڈل کلاس طبقہ جان لگا کر اس سووینیئر کو بیچ رہا تھا اور کارخانداروں کے ڈالر شمالی امریکہ کے بینکوں میں سبک رفتاری سے منتقل ہو رہے تھے۔'' (ایضاً۔ ص:195)

غرض اس سفرنامہ کا یہ حصہ بھی خاصا دلچسپ و معنی خیز ہے۔ جاوید دانش نے اپنے سحر انگیز انداز و بیان سے ہانگ کانگ کے سفر کی روداد کو قاری کے لئے کافی اثر انگیز بنا دیا ہے۔

''مزید آوارگی'' کی آخری منزل مسکراہٹوں کا شہر بنکاک ہے، جہاں ۲/دسمبر ۱۹۸۸ء کی سر دشام کو جاوید دانش ٹورانٹو سے تھائی جمبو جیٹ پر سوار ہو کر پہنچے۔ تھائی لینڈ کی راجدھانی بنکاک کو مشرق کا وینس کہا جاتا ہے یہ بدھ ازم کا بہت بڑا مرکز ہے۔ ۵/دسمبر کو پورا بنکاک اپنے ہر دل عزیز راجہ صاحب کی جنم دن کا جشن منا رہا تھا۔ یہاں کے رنگارنگ تقریبات سے جاوید دانش نہ صرف خود محظوظ ہو رہے تھے بلکہ ان تمام تقریبات سے قاری کو بھی روشناس کرا رہے تھے۔ جاوید دانش

نے اپنے سفرنامے میں اس ملک کی تاریخی ،تہذیبی ، مذہبی و اقتصادی حالات کی پوری تفصیل پیش کی ہے۔ جاوید دانش نے یہاں کی معاشرتی زندگی، تھائی لب ولہجہ، رقص ،نوٹنکی اور ڈراما وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ بنکاک میں چند ایسے اشخاص سے بھی متعارف ہونے کا موقع ملتا ہے جنکی شخصیت قاری کو کافی متاثر کرتی ہے، ان میں اقبال سنگھ، مسٹر وینس میگالر، ناول نی کوم وغیرہ شامل ہیں۔ اس سفرنامے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جاوید دانش نے حقیقت بیانی سے کام لیکر تمام واقعات کو دلچسپ اور کارآمد بنادیا ہے۔ اس سفر کے آخر میں جاوید دانش بنکاک کی تمام اچھائیوں اور برائیوں کا ذکر کرنے کے بعد بنکاک سے متاثر ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> ''طیارے نے جب اپنے پر پھیلا کر ہوا سے باتیں کرنا شروع کی تو میں نے ''گناہ'' کے شہر کو الوداعی نظروں سے دیکھا۔ میرے خیال میں کوئی شہر گنا ہگار یا بُرا نہیں ہوتا۔ لوگ اسے بُرا بنا ڈالتے ہیں، اب لوگوں کا کیا کیا جائے۔ تمام کج روی سمیت بنکاک اب مجھے اچھا لگنے لگا تھا۔ بس ذرا چمپی مالش کی چاپ اور ڈگ ڈگ ٹیکسی کا شور نہ ہوتا تو کیا کہنا ہے اس شہر خوش رنگ کا!......''سواس دی کلاپ'' کہتے ہوئے ایک سانولی سلونی ایئر ہوسٹس نے اپنے گلابی ریشمی پیراہن کو سنبھالتے ہوئے، سنترے کے رس کا گلاس میرے سامنے رکھ دیا۔ میں بس اس کی مخصوص تھائی مسکان دیکھا کیا۔'' (الضیاً،ص:254)

جاوید دانش نے ''مزید آوارگی'' لکھ کر جہاں سفرنامے میں ایک اہم اضافہ کیا ہے وہیں اس میں انکی پوری شخصیت جلوہ افروز ہیں۔ ایک عام انسان جب کہیں کا سفر کرتا ہے تو شاید وہ وہاں کی چیزوں اور واقعات کا اظہار اسطرح نہیں کر پاتا جیسا جاوید دانش نے کیا ہے۔ چونکہ وہ آرٹسٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب بھی ہیں اسلئے انکی نظریں وہاں تک پہنچ جاتی ہیں جسے ہم بار بار دیکھکر بھی نظرانداز کردیتے ہیں، اور ہم اپنی باتوں کو اس طرح نہیں سمجھا پاتے جو جاوید دانش کا

خاصہ ہے۔ بقول مجتبیٰ حسین!

''جاوید دانش نے سچ مچ کی آوارگی کی ہے۔ایک ایسی شریفانہ آوارگی جس سے گزر کر آدمی اور بھی سرخرو ہو جاتا ہے۔ دنیا کو نہ صرف سمجھتا ہے بلکہ دوسروں کو سمجھاتا بھی ہے۔'' (ماخوذ از بیک کور''مزید آوارگی'')

غرض''مزید آوارگی'' کو پڑھنے کے بعد قاری خود کو جاوید دانش کا ہم سفر محسوس کرنے لگتا ہے، وہی کچھ کو انکی آوارگی پر رشک بھی آتا ہوگا کہ کاش وہ بھی جاوید دانش کی طرح ان مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ پاتے۔ جاوید دانش نے جاپان، ہانگ کانگ اور بنکاک کی منظر کشی اس باریک بینی سے کی ہے کہ قاری اپنے آپ کو اس ماحول میں گم کر لیتا ہے۔ اتفاقاً اگر کسی کو ان ملکوں کے سفر کا موقع ملا تو جاوید دانش کی یہ کتاب اس کے لئے گائیڈ کا کام کرے گی۔ آئندہ کیلئے ہماری یہ دعا ہے کہ جاوید دانش کی آوارگی یوں ہی جاری رہے اور وہ ہمیں مختلف مما لک کے تہذیب وتمدن سے روشناس کراتے رہیں۔